خدیجہ مستور کے ناولوں میں خاندان کا تصور

آمنہ رفیق

Abstract:

Khadija Mastoor is famous for her Urdu short story and novel writing. She got huge fame through her novel"Aangan"which was published in 1962. Her second and last novel"Zameen"got published soon after her death."Aangan"revolves around a middle-class muslim family whereas"Zameen"depicts a family which has neglected family values, old traditional norms and eastern family ethics. Both these novels carry a different idea, but both present such families which were happy and united before but got dispersed with the passage of time. The purpose of this article is toanalyse her novels in the perspective of family life which will highlight the reasons behind estrangement between blood relations and decadence of family unity in the modern era.

خدیجہ مستور نے ناول نگاری کا آغاز' آنگن' سے کیا۔اس ناول کو بے حد پذیرائی حاصل ہوئی۔وہ دو ہی ناولوں کا ادب میں اضافہ کر سکیں۔دوسرا ناول' زمین' انہوں نے بیماری کی حالت میں لکھا اور اس کی اشاعت سے پہلے ہی وہ انتقال کر گئیں۔خدیجہ مستور کا ناول" آنگن" ایک ایسے خاندان کا تصور پیش کرتا ہے جو متوسط طبقے کے مسلمان گھرانے کا ہے۔یہ خاندان ماضی میں خوشحال مگر جاگیردارانہ نظام کے خاتمے پر مالی دشواریوں سے دوچار ہوتا ہے اور تقسیم کے بعد اس خاندان کا شیرازہ مکمل طور پر بکھر جاتا ہے۔اس خاندان کے تمام افراد ملک کی آزادی سے کسی نہ کسی صورت وابستہ نظر آتے ہیں۔مردوں کے سیاسی نظریات واختلافات اور اس کی وجہ سے ان کی ذہنی کشمکش اپنا اثر اس گھر کے آنگن میں بھی ڈالتی ہے۔اخلاقی پابندیاں اور قدیم روایات بہرحال کسی قدر قائم رہتی ہیں۔اس ناول میں اس خاندان کی روزمرہ زندگی، نظریات، مزاج اور اس کے بکھراؤ کو بخوبی پیش کیا گیا ہے۔اگرچہ اس کہانی کا موضوع اسی خاندان کے آنگن کی چاردیواری تک محدود ہے لیکن اس کے پسِ پشت تقسیمِ ہند کی تاریخ کا اہم حصہ بھی کارفرما ہے۔' آنگن' کی کہانی زمانی اعتبار سے ۱۹۳۲ء سے تقسیم کے کچھ عرصے بعد کے وقت تک محیط ہے۔یہ ناول ہندوستان کے اس دور کے مسلمان گھرانوں کے حالات اور ان کے تصور کو ہمارے سامنے لاتا ہے۔اس میں تحریکِ

آزادی کے اس دور کو پیش کیا گیا ہے جب ہر گھر میں محمد علی جناح، نہرو یا گاندھی کا نعرہ گونجتا تھا اور خاندان کے افراد اسی بناء پر باہمی اتفاق و اختلاف رکھتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ کثرت الازدواج اور وسیع خاندان کے مسائل بھی دکھائی دیتے ہیں جن میں متعدد بیویوں اور بچوں کی کفالت کا مسئلہ، باہمی اختلافات سے جنم لینے والے مسائل، خونی رشتوں پر افراد کے مختلف سیاسی نظریات کے اثرات، غیر آسودہ ازدواجی تعلق کے بچوں پر جذباتی و نفسیاتی اثرات اور ان سے جنم لینے والے مسائل، قدیم و جدید کے فرق سے خاندان میں پیدا ہونے والے مسائل وغیرہ شامل ہیں۔ عالیہ کے دادا کی متعدد شادیاں یا داشتاؤں سے ناجائز اولاد کے علاوہ چھمی کے باپ کی متعدد بیویاں اور اولاد کی تربیت سے عدم توجہی اور اس کے اثرات واضح ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نہ تو وہ اپنی اولاد کی صحیح طور سے تربیت کر پاتے ہیں نہ کفالت جس کی واضح مثال اس خاندان میں چھمی کا کردار ہے جس نے اسے باغی اور خودسر بنایا ہے۔ اپنے خاندانی ماحول کے باعث ہی وہ اپنے نظریات کا باآوازِ بلند اظہار کرنے اور باپ یا چچا پر تنقید کرنے سے نہیں کتراتی۔ عید کے لئے چھمی کو جب منی آرڈر ملتا ہے تو وہ پانچ روپے پا کر غصے سے سرخ ہو جاتی ہے۔

''اتنے روپے سے تو ہمارے ابا کی تیسری بیوی صاحبہ کا کفن تک نہ آئے گا۔ جانے لوگ بچے پیدا ہی کیوں کرتے ہیں اس سے تو کتے کے پلے پال لیں'' چھمی پلنگ پر بیٹھ گئی۔ ''ارے چھمی تم پاگل ہو گئی ہو۔ پانچ روپے میں کتنا اچھا جوڑا بنتا'' بڑی چچی نے لپک کر نوٹ کے پُرزے اٹھا لیے اور اس طرح ہتھیلی پر رکھنے لگیں جیسے جوڑ رہی ہوں۔''[۱]

اس مشترکہ خاندان میں دادی، چچا، چچی، پوتے، پوتیاں تمام کردار موجود ہیں جو اپنے مزاج، نظریات، کردار اور اعمال سے خاندانی زندگی کو متاثر کرتے ہیں۔ اس خاندان میں بڑی چچی کا کردار اہم ہے وہ اپنے شوہر کی خدمت گزار اور وفا شعار ہیں، گھریلو اور سلیقہ شعار ہیں سب کا خیال رکھتی ہیں، مشکل حالات کو سنبھالتی ہیں۔ محبت کرنے والی ہیں اور بیٹے اور شوہر کے اختلافات پر فکرمند بھی رہتی ہیں جبکہ دوسری طرف مظہر کی بیوی خودغرض مغرور اور عیش و عشرت کی دلدادہ ہیں۔ ان کی بدمزاجی اور جھگڑالو طبیعت کی وجہ سے ان کی ازدواجی زندگی ناخوشگوار رہتی ہے جبکہ وہ اپنے اعلیٰ عہدہ دار بھائی اور انگریز بھابھی کے ہر لحظہ گُن گاتی ہیں۔ بڑی بیٹی تہمینہ کی موت کی ذمہ داری دراصل انہی پر آتی ہے کیونکہ صفدر ان کو ایک نظر نہ بھاتا تھا۔ وہ ان کی نند سلمٰی کی اولاد تھا جس کی وفات کے بعد مظہر نے اس کی پرورش کا ذمہ لے لیا تھا اور یہ بات ان کی بیگم کی مرضی کے خلاف تھی۔ وہ صاف کہہ چکی تھیں کہ صفدر کی بارات تہمینہ کے لئے اس گھر میں ان کے جنازے کے بعد ہی آئے گی۔ عالیہ جوں جوں جوان ہوتی جا رہی تھی اس کو والد سے شدید محبت اور ماں کی جھگڑالو طبیعت سے بیزاری بڑھتی جا رہی تھی۔ وہ بے حد حساس اور محبت کرنے والی لڑکی ہے جو اپنے خاندان میں اتفاق چاہتی ہے مگر اس کی ماں اپنے بھائی اور بھابھی کے نام پر شوہر سے آئے دن جھگڑا کئے رکھتی تھیں۔

''میری بہن کا بیٹا کم اصل ہے اور تمہارے بھائی کی بیوی پتہ نہیں کس بھنگی کی اولاد ہوگی۔تمہارے بھائی نے اس سے شادی کر کے تمہاری قوم کے منہ پرتھپڑ مارا ہے،خدا کی شان ہے انگریز بھنگی بھی ہمارے حکمران ہیں۔

میرے بھائی بھاوج کو کچھ کہا تو اچھا نہ ہوگا۔وہ تم کو جانتی ہے نہ اس لئے منہ نہیں لگاتی۔میری وجہ سے چُپ رہتی ہیورنہ کب کا تم کو جیل بھجوا دیتی۔''اماں کی آواز بھرا رہی تھی۔

''وہ بھنگن مجھ کو جیل بھجوا دیتی!''ابا غصے سے چیخے۔

اماں زور زور سے رونے لگیں۔آپا کا چہرہ سفید ہو رہا تھا اور وہ دل ہی دل میں بلک رہی تھی۔''۲

تہمینہ ماں اور باپ کے جھگڑوں کو شروع سے دیکھتی آئی تھی۔اپنے باپ کی مدد کے باوجود وہ صفدر سے شادی پر بضد نہ ہوئی۔جب صفدر وعدہ کر کے بھی نہ لوٹا اور وہ ماں کے خلاف بھی نہ جانا چاہتی تھی تو جمیل سے شادی طے ہونے کے بعد اس نے خودکشی کر لی مگر اس کی موت کے بعد عالیہ نہ صرف باپ کی خاموشی کو عالیہ شدت سے محسوس کرتی ہے بلکہ ان کی ازدواجی دڑاڑ کی وجہ سے وہ ذہنی و جذباتی کرب سے گزرتی ہے۔

''ابا آپ گھر میں نہیں آتے،کسی سے نہیں بولتے۔اس نے جاتے ہی ابا سے کہا تھا۔اس کی آواز بھرا رہی تھی۔ابا نے گھبرا کر اس کا سر سینے سے لگا لیا تھا۔''تمہاری ماں نے مجھے گھر سے دور کر دیا بیتم کو سب کچھ معلوم ہے۔''اس کا کتنا جی چاہا تھا کہ اماں نے کسی کو گھر سے دور نہیں کیا۔صفدر بھائی نے سب کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا پھر ا؟پ تو انگریز دشمنی میں اتنے مصروف ہیں کہ پیچھے مڑ کر دیکھتے ہی نہیں آپ محبت کو پہچانتے ہی نہیں۔مگر وہ یہ سب کچھ نہ کہہ سکی۔''۳

مندرجہ بالا اقتباس سے اندازہ ہوتا ہے کہ والدین کے باہمی اختلافات اولاد پر نفسیاتی و جذباتی اثرات مرتب کرتے ہیں جبکہ والدین یا خاندان کا سرپرست سیاسی مفادات یا خارجی حالات کے سبب خاندانی ذمہ داریاں یا اولاد کے فرائض کو پسِ پشت ڈالتا ہے تو اس کے خاندان پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔اولاد ان کی عدمِ توجہی کا شکار ہو کر دوہری شخصیت کی حامل ہو جاتی ہے۔بچے والدین یا بزرگوں سے اپنے جذبات اور احساسات کا اظہار نہیں کر پاتے۔رشتوں کے درمیان ایسے حالات میں بزرگوں کے سخت فیصلے اور انا پرستی در آتی ہے جو خاندان میں اندرونی ٹوٹ پھوٹ کا باعث بنتی ہے۔یہی صورت تہمینہ کی موت کا باعث بنی اور انہی حالات کا سامنا بعد میں عالیہ بھی کرتی نظر آتی ہے۔

جمیل اور اس کے باپ کے سیاسی اختلافات وقت کے ساتھ ساتھ شدید ہوتے جاتے ہیں مگر اس رشتے میں خاموشی حائل رہتی باپ کا تقدس برقرار رہتا ہے۔جمیل کے صبر کا پیمانہ البتہ اس وقت لبریز ہوتا ہے جس روز

چھمی پر بڑے چچا نے ہاتھ اُٹھایا۔اس موقع پر باپ اور بیٹے کے درمیان ہونے والا مکالمہ خاندانی اقدار کی پامالی اوران خطوط کی شکستگی کو واضح کرتا ہے جس پر خاندانی اکائی قائم ہوتی ہے۔ یہاں قدیم وجدید سوچ کی تفریق سامنے آتی ہے جس سے اس عہد میں نسلِ نو متاثر تھی اور تبدیلی چاہتی تھی اور ساتھ ہی آزادی اظہار کی اہمیت پر زور دیا جانے لگا تھا۔اس جدید شعوری تبدیلی کے ساتھ ہی خاندان میں ادب واحترام،جھجک،لحاظ اور برداشت کا روایتی تصور یہاں منہدم ہوتا نظر آتا ہے۔جمیل بیخ پا ہوکر بول پڑتا ہے:

> ''مگر آپ نے اسے مارا کیوں،آپ اسے سمجھا سکتے تھیاس کی بدتمیزی کو روک سکتے تھےمگر مارنا کہاں کا انصاف ہے۔وہ اپنے خیالات کا اظہار کرتی ہےتو آپ چڑتے کیوں ہیں جب آپ لوگوں کے نظریے کوآزادی نہیں دیتے تو اپنا ملک کس طرح آزاد کروائیں گیااور اگر آپ کا ملک آزاد ہوبھی گیا تو اس آزادی کو کیسے برقرار رکھیں گے؟''جمیل بھیا نے بڑے جوش سے ایک ہی سانس میں اتنا کچھ کہہ ڈالا۔''صاحبزادے تم گھریلو باتوں کوملکی معاملات سے مت ٹکرایا کرواور نہ زیادہ قابلیت جھاڑا کرو،تم کچھ نہیں جانتے''بڑے چچا نے سخت حقارت سے دیکھ کر پھر آنکھیں موندلیں۔''آپ میری قابلیت کی بات نہ کیا کریں آپ نے تو مجھے پرائمری تک پڑھا کر گلی ڈنڈا کھیلنے کو چھوڑ دیا تھااور پھر ملک آزاد کروانے لگےجیسے میں تو آپ کے ملک کا باشندہ تھا ہی نہیں۔جیسے مجھےتو اچھی زندگی گزارنے کا حق ہی نہ تھا۔میں نے بی۔اےنہیں کیا ہے،لوہے کے چنے چبائے ہیں۔ذرا آپ یہ تو بتائیں کہ جب آپ کوایک گھر کا خیال نہیں تو اتنے بڑے ملک کے اتنے بہت سے گھروں کا کس طرح خیال کریں گیبہ بھی خوب رہی کہ ایک گھر کوقربان کر کے دوگھروں کو بچالو۔''[۴]

خاندان کی اندرونی ٹوٹ پھوٹ اور بغیر ماں کی بیٹی جو باپ کی محبت اورتوجہ سے بھی محروم ہے،اس کے مزاج اور جذبات ونفسیات کی بھرپور ترجمانی چھمی کے کردار کے ذریعے ہوتی ہے۔وہ حالات کی وجہ سے چڑچڑی اور منہ پھٹ ہوچکی ہے۔والدین کی قربت ومحبت سے محروم چھمی جمیل کو پسند کرتی ہیمگر جمیل سے محبت میں ناکام رہتی ہے۔چچا سے اختلاف پرخوب مسلم لیگی ہونے کا پرچار کرتی ہے جلسے کرتی ہے،نعرے لگواتی ہے۔کسی کی پرواہ نہیں کرتی۔شادی بھی ناکام رہتی ہےاگرچہ وہ شادی پر خاموش ہوجاتی ہےمگر سسرال برا ملتا ہے۔آخر میں جمیل اس سے شادی کر لیتا ہے۔بڑی چچی چھمی سے بے حد محبت کرتی ہیں مگر اس کے اور اپنے شوہر کیدرمیان ذاتی اختلاف کے سبب واویلے سے ڈرتی ہیں۔اس کے برعکس عالیہ حساس،گھریلو اور خالص مشرقی لڑکی ہے وہ سماجی پابندیوں کے سامنے کھڑے ہونے کی طاقت نہیں رکھتی پہلے جمیل اور پھر صفدر کی طرف مائل ہوتی ہے۔مگر بغاوت کا

حوصلہ نہیں رکھتی اور جانتی ہے کہ اس کی ماں کس طبیعت کی مالک ہے۔ باپ اور بہن کے مرنے کے بعد اپنی ماں کا واحد سہارا بھی وہی ہے کیونکہ اس کے ماموں اور انگریز ممانی مشکل حالات میں ان کو سہارا دینے سے انکار کر چکے ہیں۔مشکل حالات میں خونی رشتوں کو سہارا فراہم کرنا،حوصلہ بڑھانا اور مالی معاونت کرنے جیسی خاندانی اقدار یہاں پامال ہوتی محسوس ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عالیہ اور اس کی ماں ہندوستان سے ہجرت کا فیصلہ کرتی ہیں۔ پاکستان آنے کے بعد جب صفدر عالیہ سے شادی کے لئے چچی کو اپنی خدمت کا یقین دلاتا ہے تو وہ گھر چھوڑ کر جانے کی دھمکی دیتی ہیں اس لئے عالیہ خود انکار کر دیتی ہے کیانکہ اس کو احساس ہے کہ صفدر کے باعث اس کے والدین میں اختلافات کبھی ختم نہ ہو سکے۔صفدر کی وجہ سے ہی تہمینہ نے خودکشی کی۔اب صفدر کی خاطر وہ اپنی ماں کو کھونا نہیں چاہتی کیونکہ اس خاندان کو حالات نے منہدم کیا اور ہجرت نے اسے تقسیم کیا اب محض ماں اور عالیہ ہی ایک دوسرے کا سہارا ہیں۔وہ جمیل کی زندگی کا حصہ بھی نہ بن سکی اور صفدر سے بھی جڑنا نہیں چاہتی۔

> ''میں شادی نہیں کروں گی اماں آپ بھی سن لیجئے صفدر بھائی۔میں شادی نہیں کروں گی۔'' وہ کرسی سے اٹھی۔''اب جب آپ یہاں آئیں تو سوچ لیجئے گا کہ مجھے تہمینہ آپا یاد آتی ہیں۔میں اس یاد سے چھٹکارا چاہتی ہوں۔'' وہ تیز تیز قدموں سے اپنے کمرے کی طرف بھاگنے لگی۔''خدا حافظ'' جب وہ اپنے کمرے میں بےسدھ پڑی تھی تو اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ چھمی اس کے سینے پر دھم دھم کرتی گزر گئی—میں نے آپ کو ہرا دیا بجیا۔میں نے آپ کو ہرا دیا بجیا۔اس نے اپنے دونوں ہاتھ زور سے سینے پر باندھ لئے۔''[۵]

دادا کی متعدد داشتاؤں کی وجہ سے ان میں اور دادی میں ایک خلیج حائل رہتا ہے۔اور عالیہ کے علاوہ اسرار میاں کو آخر تک کوئی اس لئے قبول نہیں کرتا کہ وہ ان کی ناجائز اولاد ہیں۔اس مشترکہ خاندان میں ان کے وجود کو تسلیم نہیں کیا جاتا۔دادا، دادی کی وفات کے علاوہ مظہر کا جیل میں ہی انتقال ہو جاتا ہے جبکہ بڑے چچا قتل ہو جاتے ہیں۔کریمن بوا کئی زمانوں سے اس خاندان کے ساتھ منسلک ہیں اور انہیں بھی خاندان کے فرد کی طرح ہی رکھا جاتا ہے۔تقسیم کے بعد عالیہ اپنی ماں کے ساتھ پاکستان چلی جاتی ہے جبکہ جمیل، چھمی۔ بڑی چچی، اسرار میاں اور کریمن بوا وہاں باقی بچتے ہیں۔عالیہ بھی باقی افراد سے الگ اپنی ماں کے ساتھ پاکستان جانے کا فیصلہ کرتی ہے کیونکہ وہاں اس کی ناکام محبت جمیل کی صورت میں موجود ہے، باپ اور بڑے چچا انتقال کر چکے ہیں، چھمی کو طلاق ہو چکی ہے اور اس کے ماموں ان دونوں کو سہارا دینے سے انکار کر چکے ہیں لہٰذا وہ اس ماحول سے فرار چاہتی ہے۔اس نسل کے سیاسی اور نظریاتی اختلافات،تبدیل ہوتی اقدار، ذاتی آزادی اور قدیم و جدید میں رفتہ رفتہ ہونے والی تبدیلیوں کو خوبصورتی سے آشکار کیا گیا ہے۔اس کہانی میں تہمینہ والدین کی انا اور فیصلوں کی بھینٹ چڑھتی ہے جبکہ عالیہ ایسا کردار ہے جو ہمہ تن خاندانی اکائی اور رشتوں میں محبت وخلوص کی خواہشمند ہے۔ چھمی والد کی عدم توجہی کے باعث

باغی اور دوہری شخصیت کا باعث ہے جبکہ جمیل نئی نسل کا نمائندہ ہے جو آزادیٔ رائے کا حامی ہے اس خاندان میں بڑی چچی کا کردار بے حد اہم ہے جو ہر رشتے کو محبت کے دھاگے میں پرونا اور خاندانی مضبوطی کو قائم رکھنا جانتی ہیں۔ یہ مشترکہ خاندان ناول کے اختتام پر زوال آمادہ اور بکھرا ہوا نظر آتا ہے جہاں بڑوں کے طور طریقے، رہن سہن اور معیارِ زندگی تبدیل شدہ ہیں جسے باقی رہ جانے والے افراد کے ذریعے واضح کیا گیا ہے۔ معاشی بدحالی اس خاندان کا مقدر بن جاتی ہے کیونکہ تمام جاگیریں اور جائیدادیں وقتاً فوقتاً بِک جاتی ہیں۔ گھر کی چاردیواری بھی اس بدحالی کی نمائندہ ہے کہ یہ عمارت بھی بوسیدہ حال ہے اور محبت کے رشتوں سے پُر گھر خالی ہو چکا ہے اور یہ خاندان بکھر چکا ہے۔ نظریاتی اختلافات، بدلتی اقدار اور تقسیمِ ہند نے اس خاندان کو بھی دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ عالیہ اور چھوٹی چچی کے چلے جانے کے بعد اب یہاں چند رہ جانے والے افراد شکست خوردہ مشترکہ خاندان کی نشانی کے طور پر باقی ہیں جس میں قدیم مشترکہ خاندانی اقدار اب دم توڑ چکی ہیں۔

خدیجہ مستور کا دوسرا ناول ''زمین'' قیامِ پاکستان کے بعد ایک خاندان میں اخلاقی، معاشرتی اور ازدواجی زوال کو پیش کرتا ہے۔ یہ ایسی زمین کی داستان بیان کرتا ہے جو وہاں کے رہنے والوں پر ہی تنگ ہے خصوصاً یہ زمین عورتوں کو تحفظ فراہم کرنے میں ناکام نظر آتی ہے جہاں ہجرت کرنے والوں کے دل مسرت سے اس لئے مسحور تھے کہ یہ زمین ان کی اپنی اور ان کے تحفظ کی ضامن ہوگی۔ دراصل یہ کہانی زوال آمادہ خونی رشتوں کی داستان سناتی ہے جہاں خونی رشتوں کی ناقدری اور ان کے تقدس کی پامالی خاندان کو شکست و ریخت کا نشان بنا دیتی ہے۔ یہاں خونی اور جائز رشتوں پر توسیعی تعلقات کو ترجیح دی جاتی ہے لہٰذا زوال اور تباہی ان کا مقدر بن جاتی ہے۔ باپ سے اولاد میں منتقل ہونے والا خون اور بچے کو پلائے جانے والا دودھ اپنی تاثیر زندگی کے کسی نہ کسی مقام پر ضرور ظاہر کرتا ہے۔ خونی رشتوں کی گراوٹ کے علاوہ یہ ناول اُن تعلقات کی ناقدری کو بھی پیش کرتا ہے جن کو خاندان کا حصہ بنایا جاتا ہے جیسے کہ اس ناول میں تاجی کا کردار سامنے آتا ہے۔ جدید دور کا انسان، جنسی بے راہ روی، دولت کی ہوس اور نفسانی خواہشات کی بدولت انسانیت کے درجے سے جتنا گرتا جا رہا ہے اور انسانی روایات اور خاندانی قدروں کو انہی وجوہات کی بنا پر جس طرح فراموش کر چکا ہے، اس کی واضح مثال اس ناول میں ملتی ہے۔ ڈاکٹر ممتاز احمد خان کا یہ کہنا اپنی جگہ درست ہے کہ:

> ''اس میں پاکستان کی تاریخ کے حوالے سے اقدار کی شکست و ریخت اور معاشرتی تبدیلیوں کا قصہ بیان کیا گیا ہے جنہوں نے انسان کی زندگی میں مسائل پیدا کئے جن میں سب سے بڑا مسئلہ آدرشوں کی شکست و ریخت ہے۔''[۶]

لیکن درحقیقت یہ ناول مشترکہ خاندانی نظام کی اقدار کی شکست و ریخت کا بھی استعارہ بن جاتا ہے۔ ہجرت کر کے آنے والی ساجدہ اور اس کا باپ رمضان ایک دوسرے کا سہارا ہیں۔ ساجدہ پڑھی لکھی اور

خوبصورت ہے۔رمضان جھوٹا کلیم بھی کرتا ہے تا کہ یہاں اس کو جائیداد الاٹ ہو سکے مگر اس کے ملنے سے پہلے ہی وفات پا جاتا ہے۔ساجدہ کو محکمہ بحالیات کا افسر ناظم اپنی خالہ زاد بہن سلیمہ کی مدد سے اپنے گھر پناہ دیتا ہے۔یہاں پہلے تاجی کو پناہ دہی گئی ہے مگر وہ نوکرانی کی حیثیت سے رہتی ہے۔ناظم سلیمہ کی مدد اور ماں کی اجازت سے ساجدہ سے نکاح کر آتا ہے کیونکہ وہ اسے پسند کرتا ہے۔یہ کہانی ساجدہ کے اسی سسرال کے گرد گھومتی ہے۔اس گھر میں مالک اور اس کی بیوی صابرہ،ان کے دو بیٹے ناظم اور کاظم ہیں ان کے علاوہ صابرہ کی خالہ زاد آمنہ (خالہ بی) اور اس کی بیٹی سلیمہ رہتے ہیں۔مالک نے اپنی سالی کو نکاح کے بغیر ہی گھر کی ملکہ بنا رکھا ہے جبکہ اماں بی (صابرہ) ایک بیوہ سی زندگی گزارتی ہیں۔اسی بنا پر سلیمہ اپنی ماں سے نفرت کرتی ہے اور ناظم اپنے باپ سے کھینچا سا رہتا ہے۔ساجدہ اس گھر کی عورتوں سے جلد ہی قربت حاصل کر لیتی ہے۔اماں بی کو ساجدہ کے روپ میں بیس سال بعد کوئی سہارا ملتا ہے کہ جس سے وہ دل کا راز بانٹ سکیں۔وہ خالہ بی کے آنے کے بعد چھوٹے بیٹے سے محروم اور شوہر سے قطع تعلق ہو جاتی ہے۔وہ ساجدہ کو بتاتی ہے کہ مالک آمنہ سے محبت کرتا تھا مگر ہماری بچپن سے منگنی تھی اور ہم شادی کے بعد خوشحال تھے۔مگر ذیل میں پیش کردہ اقتباس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بزرگوں کے غلط فیصلے کرنا،بچوں کی مرضی کو اہمیت نہ دینا اور زبردستی بچوں کی شادی کرنا جیسے عوامل خاندان کو وقتی طور پر مسائل سے دوچار کرنے کے علاوہ مستقبل کے رشتوں اور آئندہ نسلوں پر بھی اپنے منفی اثرات مرتب کرتے ہیں۔

> ''......ناظم پیدا ہوا اور جب کاظم اس دنیا میں آنے والا تھا تو آمنہ بیوہ ہوگئی۔تمہارے مالک آمنہ اور سلیمہ کو اپنے گھر لے آئے۔میں بہت خوش تھی دنیا نے بھی بہت سراہا۔'' وہ جانے کیا سوچنے لگیں۔
>
> پھر اماں بی؟
>
> پھر کیا مجھے سب کچھ معلوم ہو گیا۔آمنہ کے آنے کے بعد وہ شدت سے شراب پینے لگے۔میں نے اس شخص سے قطع تعلق کر لیا۔کاظم سے مجھے صرف اس لئے نفرت سی ہوگئی کہ وہ آمنہ کی گود میں پل رہا تھا اور اس کی شکل اپنے باپ سے ملتی ہوئی تھی......''[۲]

صابرہ کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا۔آمنہ کے آنے کے بعد مالک اور آمنہ کی گزشتہ محبت پھر سے جاگ گئی۔آمنہ نے اپنے مفاد اور محفوظ مستقبل کے لئے مالک کے گھر میں سہارا ڈھونڈا۔صابرہ سے اس کے شوہر اور بچے کو دور کیا اور ایسے ماحول کو جنم دیا کہ صابرہ کی حیثیت اس خاندان میں محض ایک خادمہ کی سی رہ گئی۔صابرہ سلیمہ کو بھی بیٹی کی طرح پیار اسی لئے نہیں دے پاتی مگر گھر میں چپ سادھے رہتی ہے جبکہ بچوں اور گھر کے معاملات میں خالہ بی پوری طرح حاوی ہیں۔ناظم مگر اپنی زندگی کے معاملات میں صرف اپنی ماں کو ترجیح دیتا ہے اور نہ تو وہ اپنی خالہ کی پرواہ کرتا ہے نہ باپ کی۔اس لئے جب خالہ بی ناظم اور ساجدہ کے نکاح کو جان کر واویلہ کرتی ہیں اور مالک کو بلاتی ہیں تو

ناظم باپ سے کہتا ہے:

''ہاں مالک! مجھے ساجدہ سے محبت ہے میں نے اس سے شادی کر لی۔ آپ کو تو معلوم ہے کہ محبت میں سب کچھ جائز ہوتا ہے۔ میں آپ سے اجازت نہ لے سکا، میں سمجھتا ہوں کہ محبت کے معاملات میں کسی کی اجازت، خوشی یا ناخوشی کا دخل نہیں ہوتا۔'' ۸؎

مالک اور آمنہ کے تعلقات کی وجہ سے جہاں مالک کے خاندان میں ٹوٹ پھوٹ ہوئی ہے وہاں ہی خالہ بی کی اپنی بیٹی سلیمہ بھی باغی ہے اور ماں کے لئے نفرت کے جذبات رکھتی ہے۔ وہ ناظم اور ساجدہ کی شادی کے بعد ہاسٹل چلی جاتی ہے اور کبھی کبھار گھر چند لموں کیلئے ماں کو ملنے آ جاتی ہے۔ جب ساجدہ سلیمہ اور خالہ بی کے درمیان حالات بہتر کرنے کی کوشش کرتی ہے تو سلیمہ کو یہ بات پسند نہیں آتی کہ کوئی اس کی زندگی کے معاملات میں دخل دے۔ سلیمہ نے ایسے ماحول میں آنکھ کھولی اور پرورش پائی جہاں وہ اپنی ماں کا ناجائز تعلق دیکھتی ہے۔ وہ جانتی ہے کہ اس کی ماں نیا یک سہاگن کے حق پر ڈاکا ڈالا ہے اور اس کے شوہر اور بچے کو اس سے دور کر کیا س کے خاندان کو منہدم کر کے اپنا مستقبل محفوظ بنایا ہے۔ اپنی ماں کے بارے میں وہ کہتی ہے:

''میں تو ایک ایسی عورت کی بات کر رہی ہوں جس نے ایک سہاگن کو بیوہ بنا رکھا ہیا ور بے چاری یہ بھی نہیں جانتی کہ اس نے تو ایک خادمہ ایک آیا بن کر زندگی گزار دی ہے۔ اس نے اپنی بیٹی کو گود سے اُتار کر دوسروں کے بیٹے کو اپنی آنکھوں پر بٹھایا، جانتی ہو کیوں؟ اس لئے کہ وہ اپنی محبت ثابت کرے۔ میں بھی عورت ہوں ساجدہ بی بی! مگر میں اپنی ماں جیسی نہیں بننا چاہتی، میں کسی کی محبت نہیں چھین سکتی۔ میں کسی کو محبت کرنے کے حق سے محروم نہیں کر سکتی۔ ایسی محبت سے تو نفرت ہی بہتر ہے۔'' ۹؎

ایسی ہی عورت کی پرورش کا نتیجہ ہے کہ کاظم بار بار اپنی ماں کو مجبور کرتا ہے کہ وہ اپنے شوہر سے طلاق لے کر کہیں اور شادی کر لے۔ وہ ماں سے زیادہ خالہ بی کا سگا ہے۔ وہی خالہ بی یہ بھی جانتی ہے کہ تاجی کاظم کی ہوس کا نشانہ بار بار بنتی ہے اور اس کی بگڑتی صحت بھی بار بار حمل ٹھہرنے کی وجہ سے ہیمگر وہ اس کی مکمل پردہ پوشی کرتی ہیں۔ کاظم خودغرض، عیاش اور مادیت پرست انسان ہے۔ کمشنر کے عہدے پر پہنچ کر شادی کر لینے کے بعد وہ اسی خالہ بی اور مالک کو پوچھتا تک نہیں ہے۔ دوسری طرف ناظم ہے جو ایماندار اور نیک سیرت ہے۔ وہ اس بات کا پورا احساس رکھتا ہے کہ اس کا بھائی غلط ہے اور اس کی حقیقت جان لینے کے بعد وہ اس گھر میں رہنا گوارا نہیں کرتا۔ وہ ساجدہ سے شادی کے بعد اپنے رشتے کو عزت سے نبھاتا بھی ہیاور بچوں کے بعد اس میں احساسِ ذمہ داری اور بھی بڑھ جاتا ہے۔ وہ جیل کے دنوں میں بھی ساجدہ کو خط لکھتا رہتا ہے۔

''......فرصت کے اوقات میں ایک ننھے منیا ایک ننھی منی سی جان کے تصور میں کھو جاتا ہوں جو یا تو

تمہاری طرح ہوگی یا میرے جیسا ہوگا۔اپنی صحت اور میری امانت کا خیال رکھنا، یہ لکھنا تو بیکار ہے
کہ میں تم کو کس قدر یاد کرتا ہوں۔سب کو سلام۔''۱۰

اس کہانی میں سب سے مظلوم کردار تاجی کا ہے۔جس کو مالک کے خاندان نے پناہ دے رکھی ہے مگر یہ خاندان اس کو اپنے فرد کی طرح تحفظ فراہم کرنے میں ناکام ہے۔وہ اس گھر میں ایک نوکرانی کی حیثیت سے رہتی ہے۔بچپن میں باپ کے مرنے کے بعد ماں نے کہیں اور عشق کر لیا اور پھر شادی رچالی۔دس سال کی عمر میں اس کو کام پر لگا دیا۔جب فسادات شروع ہوئے تو اس کو ایک قافلے کے ساتھ دھکیل دیا۔وہ پاکستان آ کر بھی بے سہارا اور محرومیوں کا شکار رہی۔جب ایک گھر میں پناہ ملی تو وہاں وہ کاظم کے ہوس کا نشانہ بنتی رہی یہاں تک کہ جان کی بازی ہار گئی۔اس کا استحصال بھی ہوتا ہے اور اس پر طنز بھی۔خالہ بی کے آجانے کی وجہ سے تبدیل ہوتے ماحول نے اس خاندان کی اقدار کو انہدام کا شکار کیا۔کاظم نے بھی خالہ بی کے زیرِ اثر ایسے ماحول میں پرورش پائی کہ وہ خاندانی اور اخلاقی اقدار کی پاسداری کا حامی نہ نکلا۔خالہ بی اسے سہارا بنا کر مالک اور صابرہ کے رشتے کو ختم کرنے کی سعی کرتی رہیں اور کاظم کی زبانی صابرہ کو طلاق لینے پر اکساتی رہیں۔خالہ بی تربیت کا ہی اثر ہے کہ انہی کی نگرانی میں وہ تاجی کا استحصال کرتا رہا۔تاجی کو اس خاندان کے فرد کی سی حیثیت حاصل ہے لیکن خالہ بی کی پرورش نے کاظم کو مادیت پرست بنایا۔مادہ پرستی خاندان میں اخلاقی قباحتوں کو راہ دینے کا باعث ہے۔اس کا اندازہ تاجی کی اس بات سے ہوتا ہے جو وہ ساجدہ سے کہتی ہے:

''قصور میرا ہے باجی! پہلی بار جب کاظم نے کہا تھا کہ وہ مجھ سے محبت کرتا ہے، تو میرا تن من سب پگھل گیا تھا۔یہ محبت کیا چیز ہوتی ہیا جی؟ خالہ بی نے مجھے کتنی گالیاں دی تھیں کہ میں ان کے معصوم بیٹے کو بھڑ کا رہی ہوں مگر ــــ اور اب ان کا معصوم بیٹا، ان کا افسر راجہ جب چاہتا ہے، مجھے رشوت کے مال کی طرح کھا لیتا ہے اور خالہ بی ــــ''۱۱

اپنے دونوں ناولوں میں خدیجہ مستور نے خاندانی زندگی میں ایسی عورتوں کی جو تصویر کشی کی ہے جو مشترکہ خاندانوں کے درمیان رہتے ہوئے اماں بی کی صورت میں تمام اذیتوں اور زیادتی کے ساتھ دکھوں کو خاموشی سے سہتی ہیں تو دوسری طرف سلیمہ کے روپ میں احتجاجی رویے کے ذریعے خود کو انفرادی طور پر بلند کرتی نظر آتی ہیں۔جس کی بناء پر ڈاکٹر سلیم اختر کا یہ کہنا بجا معلوم ہوتا ہے کہ:

''ایک جہت پر تو یہ انفرادی لحاظ سے عورت کی دکھ درد اور المیے کی کہانیاں ہیں مگر اس کے ساتھ دوسری جہت پر یہ عورتیں اپنی انفرادی حیثیت سے بلند ہو کر معاشرے کے احتجاجی رویوں کے لئے استعارات کی صورت بھی اختیار کر لیتی ہیں جو عورت کے لئے قفس کی تیلیوں کی سی حیثیت رکھتے ہیں''۱۲

آمنہ کی صابرہ کے ساتھ کی گئی زیادتیاں اور اُس کے خاندان کو تباہ کرنے کا عمل خونی رشتوں پر کاری ضرب لگاتا ہے۔نوآبادیاتی ترقی نے جس مادیت پرستی کی فروغ دیا اس نے مشرقی خاندانی اقدار کو نیست و نابود کردیا۔ساجدہ اس خاندان کے بکھرنے اور گھر کے برباد ہونے کا سبب کاظم کو قرار دیتی ہے مگر دراصل اس خاندان کے بکھراؤ کا بیج اسی دن بودیا گیا تھا جس دن مالک اپنی بیوہ سالی اور گزشتہ محبوبہ کو اپنے گھر پناہ دینے کے غرض سے لایا تھا اور پھر اسی سالی نے ان کے بچوں کو بھی ماں سے دور کردیا اور اماں بی اس گھر کی مالکن ہوتے ہوئے بھی بیوہ جیسی ندگی گزارتی رہیں۔بلآخر یہ توسیعی خاندان بری طرح تباہ و برباد ہو گیا جس کی بنیادی وجہ والدین کے فرائض اور اولاد کی ذمہ داریوں سے انحراف، قدیم خاندانی اقدار کی فراموشی، ازدواجی تعلق کی پامالی اور ناجائز رشتوں کی خونی رشتوں پر ترجیح ہے۔

خدیجہ مستور نے اپنے دونوں ناولوں میں اپنے عہد کے خاندانوں کی صورتِ حال کو فنکارانہ مہارت سے پیش کیا ہے جہاں آپسی اختلافات، ذاتی اغراض اور بدلتے عہد کے نتیجے میں ہونے والی تبدیلیوں کے گھرانوں پر اثرات کو واضح کیا گیا ہے۔ ہر عہد اپنے ساتھ تغیرات لاتا ہے اور ان تغیرات کا اثر افراد کے ذہنوں اور زندگیوں پر ناگزیر ہے۔افراد کی ذہنیت اور اعمال خاندانی زندگی کو لازماً متاثر کرتے ہیں۔جدید عہد کے خاندانوں میں اکائی کا تصور منہدم ہے اور خاندان کے باقاعدہ انہدام کے اولین حوالوں سے خدیجہ مستور کے ناول بے حد اہم ہیں۔

حواشی

۱۔ خدیجہ مستور، آنگن،(دہلی:موڈرن بلشنگ ہاؤس،۱۹۸۴ء)،ص۱۴۳
۲۔ ایضاً،ص۴۶
۳۔ ایضاً،ص۲۷
۴۔ ایضاً،ص۱۵۰
۵۔ ایضاً،ص۳۵۱۔۳۵۲
۶۔ ممتاز احمد خان، ڈاکٹر، آزادی کے بعد اُردو ناول،(کراچی:انجمن ترقی اردو،۲۰۰۸ء)ص۲۵۷
۷۔ خدیجہ مستور، زمین،(دہلی: ہمالیہ بُک ہاؤس،۱۹۸۴ء)،ص:
۸۔ ایضاً،ص۱۴۸
۹۔ ایضاً،ص۲۲۸
۱۰۔ ایضاً،ص۱۸۲
۱۱۔ ایضاً،ص۱۷۷

۱۲۔ اشتیاق احمد اعظمی،ڈاکٹر:خدیجہ مستور کی ناول نگاری پر ایک نظر،(الہ آباد:رجحان پبلیشرز،۲۰۱۲ء)ص۸۳

مآخذ

۱۔ اشتیاق احمد اعظمی،ڈاکٹر:خدیجہ مستور کی ناول نگاری پر ایک نظر،الہ آباد:رجحان پبلشرز،۲۰۱۲ء

۲۔ خدیجہ مستور، آنگن،(دہلی:موڈرن بلشنگ ہاؤس،۱۹۸۴ء

۳۔ خدیجہ مستور،زمین،(دہلی:ہمالیہ بک ہاؤس،۱۹۸۴ء

۴۔ ممتاز احمد خان،ڈاکٹر،آزادی کے بعد اُردو ناول،کراچی:انجمن ترقی اردو،۲۰۰۸ء